میت کے ہاں اجتماعی دعائے مغفرت

ابو عبد الرحمن الطاہر

مارچ ۲۰۱۴ کے ضیائے حدیث میں محترم جناب ابو عبد اللہ شعیب حفظہ اللہ نے "تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت" کے عنوان سے ایک جارحانہ مضمون تحریر فرمایا، اگر موصوف اسی عنوان کے تحت رہتے تو شاید ہمیں یہ چند سطور تحریر نہ کرنا پڑتیں۔ لیکن ہمارے ممدوح نے دعائے مغفرت کے عنوان کے تحت **"میت کے ہاں جمع ہو کے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی"** دعائے مغفرت کا جواز کشید کرنے کی سعی فرمائی ہے، جسے عموما **"کلام بخشو"** سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری سمجھ کے مطابق موصوف کے پیش کردہ دلائل سے " مروجہ اجتماعی دعائے مغفرت" ثابت نہیں ہوتی۔ دلائل اور ان سے استنباط کے سوا موصوف نے مضمون میں جو باتیں شامل فرمائی ہیں ہم انکی جانب عبث ہونے کی بناء پر التفات نہیں کریں گے۔

محترم نے اپنے موقف کے اثبات کے لیے تین دلائل پیش فرمائے ہیں:

پہلی دلیل:

ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے رجم ہو جانے کے بعد لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کچھ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ اس کے گناہ نے اسے ہلاک کر دیا اور کچھ یہ کہہ رہے تھے کہ ماعز سے بہتر بھی بھلا کسی کی توبہ ہو گی، کہ اس نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دیا۔

ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ (صحیح مسلم:۱۶۹۵)

پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے سلام کہا پھر بیٹھ کر فرمانے لگے ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو تو سب نے کہا: اللہ ماعز بن مالک کو معاف فرمائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک امت میں بھی تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ کو حل فرما دیا کہ اسکی غلطی نے اسے ہلاکت میں نہیں ڈالا بلکہ اسکی توبہ اعلی ترین توبہ ہے لہذا تم بھی اسکے لیے استغفار کرو تو صحابہ بلا تاخیر فوراہی کہہ دیا کہ اللہ اسے بخشے۔

اس حدیث میں نہ تو مروجہ اجتماعی دعاء کا ثبوت کہ ایک شخص دعاء کروائے اور باقی سب اس کی دعاء پر آمین کہیں۔ اور نہ ہی ہاتھ اٹھانے کا کوئی اشارہ ہے، اور نہ ہی میت کے گھر اکٹھ کا کوئی تذکرہ۔ جبکہ اسکے برعکس حدیث مبارکہ میں یہ بات واضح ہے کہ جب لوگ کسی فوت شدہ کا تذکرہ کریں تو اہل بصیرت پر لازم ہے کہ لوگوں کو اسکے لیے دعائے مغفرت کا کہیں۔

اور اس حدیث پر بحمد اللہ تعالی تمام تر اہل الحدیث علماء وعوام کا عمل ہے۔ کہ وہ بالکل اسی طرح مختصر الفاظ میں دعائے مغفرت کر دیتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔ اور یہ کام تعزیت کے وقت بھی ہوتا ہے اور جب بھی اسکا ذکر خیر ہو اس طرح کے دعائیہ جملے کہے جاتے ہیں، مثلا: اللہ اس پر رحم فرمائے، اللہ بخشے، وغیرہ۔ اور اس قسم کے دعائیہ کلمات ہاتھ اٹھائے بغیر کہے جاتے ہیں۔ اور سبھی کہتے ہیں یا پھر کسی ایک کے کہنے پر باقی آمین کہہ کر اس دعاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔

الغرض دعاء کا وہ منظر جو موصوف نے مضمون کے آخر میں لکھوی خاندان کے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر کے پیش کیا، جسے اہل علم بدعت کہتے چلے آئے ہیں، وہ اس حدیث سے قطعا ثابت نہیں ہوتا۔

پھر موصوف نے اس پہلی حدیث کے بارہ میں اس بات کے رد میں کہ اس حدیث میں میت کے گھر میں جمع ہونے کا کوئی تذکرہ یا ثبوت نہیں، کافی گرم گرم باتیں تحریر فرمائیں کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ میت کے گھر جمع ہو کر بیٹھنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔

سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ (مسند احمد، ط الرسالۃ:۶۹۰۵)

ہم میت کو دفن کر دینے کے بعد اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور (ان جمع شدہ لوگوں کے لیے) کھانا پکانے کو نوحہ میں سے شمار کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کا مذکورہ بالا اجتماع میت کے گھر نہ تھا۔

دوسری دلیل:

ابو عامر رضی اللہ عنہ غزوہ اوطاس کے امیر تھے، انہیں تیر لگا جس سے وہ نڈھال ہو گئے تو انہوں نے ابو موسی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ نبی ﷺ کو میرا اسلام کہنا اور میرے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا، اسکے کچھ ہی بعد وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ ابو موسی عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ جب واپس آئے تو وہ نبی ﷺ کے پاس گئے آپ ایک گھر میں کھجور سے بُنی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ چارپائی پر بستر بچھا ہوا تھا اور آپ ﷺ کی کمر اور پہلوؤں پر کھجور کی رسیوں کے نشانات تھے۔ انہوں نے ابو عامر کی خبر دی اور انکے دعائے مغفرت کی درخواست بھی پیش فرمائی "فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ. وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ القِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ. فَقُلْتُ: وَلِي فَاسْتَغْفِرْ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا" (بخاری:۴۳۲۳، مسلم: ۲۴۹۸)

تو نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا اور اس سے وضوء فرمایا پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ابو عامر عبید کو معاف فرما دے۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا اللہ قیامت کے دن اسے اپنی مخلوق میں سے بہت سے لوگوں پر فوقیت عطاء فرما۔ تو میں نے عرض کیا اور میرے لیے بھی استغفار فرمادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ معاف فرما اور اسے روز قیامت عزت والی جگہ میں داخل فرما۔

یعنی عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو عامر رضی اللہ عنہ کی دعائے مغفرت کی درخواست پیش فرمائی تو آپ ﷺ نے انکے لیے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی اور پھر اسکے بعد مزید دعاء بھی فرمائی۔ اور پھر عبد اللہ بن قیس ابو موسی رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعاء کا کہا تو آپ ﷺ نے انکے لیے بھی دعاء فرمادی۔

اس حدیث مبارکہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ذکر تو ہے لیکن میت کے گھر جمع ہونے کا یا اجتماعی دعاء کا کوئی تذکرہ نہیں! جسے موصوف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اسکے برعکس یہ ذکر ہے کہ میت کا ولی یا قاصد خود نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا ہے اور دعاء کی درخواست کی ہے، تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمادی۔

اور بحمد اللہ تعالی اس حدیث پر بھی اہل الحدیث علماء وعوام کا من وعن عمل ہے۔ کہ جب بھی کوئی دعاء کی درخواست کرتا ہے، اگر مناسب ہو تو اسکے لیے اسی وقت دعاء کر دی جاتی ہے۔ ایسے ہی میت کے لیے بھی جب کوئی دعائے مغفرت کا کہے تو اسکے لیے بھی ہاتھ اٹھا کر دعاء کی جاتی ہے۔

یاد رہے کہ دعاء کے مطالبہ پر فوراہی دعاء کر دینا ضروری نہیں ہے اس میں تاخیر بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعاء کے مطالبہ کے بعد فوراہی ہاتھ نہیں اٹھا لیے بلکہ کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھائے۔ کیونکہ لغت عرب میں "ف" تعقیب مع الوصل اور "ثم" تعقیب مع التراخی کے لیے آتا ہے، اور یہاں بھی لفظ "ثم" استعمال کیا گیا ہے، جسکا معنی 'کچھ دیر بعد' بنتا ہے۔ اگر لفظ 'ف' مستعمل ہوتا تو معنی بنتا 'فورا بعد'۔

رہا یہ سوال کہ میت کے گھر میں ایسا کیوں نہیں تو اسکا جواب سابقہ سطور میں گزر چکا ہے کہ میت کے گھر میں جمع ہونا اور ان جمع شدہ لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا نوحہ میں سے ہے جسے شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے۔

الغرض اس روایت سے بھی موصوف جس مروجہ بدعی اجتماعی دعاء کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ثابت نہیں ہوتی! ۔کیونکہ یہ حدیث نہ تو اجتماعی دعاء پر دلالت کرتی ہے اور نہ ہی میت کے گھر اکٹھ پر اس میں کوئی دلیل ہے۔جبکہ ان دونوں باتوں کے برعکس یہ حدیث انفرادی دعاء اور غیر میت کے گھر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

تیسری دلیل:

جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند فرمائیں اور فرمایا کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اسکا پیچھا کرتی ہیں۔یہ بات سن کر انکے گھر والے چیخنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا اپنے لیے بھلائی ہی مانگو، کیونکہ جو کچھ بھی تم کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا"اللهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللهُمَّ افْسَحْ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ " (صحیح مسلم:۹۲۰)

اے اللہ ابو سلمہ کو معاف فرمادے، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اسے بلند مقام عطا فرما، اور اسکے بعد اسکے اہل وعیال میں اسکا خلیفہ بن جا، اوراے رب العالمین اسے اور ہمیں معاف فرمادے، اے اللہ اسکی قبر کو کشادہ فرما اور اسکے لیے اس میں روشنی کر دے۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی نہ تو ہاتھ اٹھانے کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی اجتماعی دعاء کا کوئی ثبوت۔صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل میت کو جزع فزع کرنے سے منع کیا اور اچھی دعاء کرنے کا کہا اور خود بھی میت کے لیے دعاء فرمائی۔

اور بحمد اللہ تعالی وتوفیقہ اس حدیث پر بھی من وعن تمام تر اہل الحدیث عوام اور علماء کا عمل ہے۔ کہ جب بھی کسی میت کے گھر پہنچتے ہیں، اسکی آنکھیں اگر کھلی ہوں تو بند کر دی جاتی ہیں ، جزع فزع کرنے والوں کو روکا جاتا ہے، اور میت کے لیے بخشش ورحمت کی دعاء کی جاتی ہے ۔لیکن نہ جانے موصوف کو ان مسکینوں پر کیا غصہ تھا جو اسی مضمون میں نکال دیا۔

حاصل بحث:

میت کے لیے دعاء مغفرت کرنا ثابت ہے، اور یہ دعائے مغفرت ورحمت میت کے گھر بھی کی جاسکتی ہے اور باہر بھی۔ اور میت کے لیے دعاء مغفرت کی درخواست پر ہاتھ اٹھا کر بھی دعاء کی جاسکتی ہے۔ لیکن میت کے گھر جمع ہونا، اور اجتماعی دعاء کرنا، کتاب وسنت سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے۔

اور موصوف نے اہل الحدیث پر "دعائے مغفرت کے منکر" ہونے کا جو الزاام دھرا ہے، وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ کچھ لوگ اہل الحدیث کو نبی ﷺ کے منکر، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منکر، یا اولیاء کے منکر کہتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ اسکے بالکل برعکس ہوتا ہے کہ اہل الحدیث نبی ﷺ کے منکر نہیں بلکہ وہ نبی کو نبی ہی مانتے ہیں اور نبوت والا درجہ دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ غالیوں کی طرح نبی مکرم ﷺ کی شان بڑھا کر انہیں خدا کے برابر نہیں مانتے۔ ایسے ہی اہل الحدیث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی مانتے ہیں، لیکن انہیں صحابی ہی تسلیم کرتے ہیں اور صحابی کا رتبہ ودرجہ اور مقام دیتے ہیں، اہل غلو کی طرح انکا رتبہ بڑھا کر انہیں شریعت سازی کا اختیار نہیں دیتے، انکی حیثیت نبی ﷺ کی حیثیت کے برابر نہیں سمجھتے۔ بالکل اسی طرح اولیاء وائمہ، فقہاء ومحدثین اور سلف صالحین کے بارہ میں انکا یہی منہج ہے کہ انہیں انکے رتبہ کے مطابق مقام ومرتبہ دیتے ہیں، اس میں غلو سے بچتے ہیں۔ اسی غلو سے اجتناب کی بناء پر اہل فتنہ اہل الحدیث کو "منکر" جیسے لقب سے نوازتے ہیں۔ حالانکہ اہل الحدیث ان ہستیوں کے منکر نہیں بلکہ ان کے مقام ومرتبہ اور شان وعظمت میں "غلو" کے منکر ہیں۔